

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اسلام میں والدین کا مقام اور حقوق

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان
الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد ووصینا الانسان بالوہ حسنا وان
جاهداک لتشرک بی مالیں لک بہ علم فلا تقطعہما الی مرجعکم فانہنکم بما کتم
تعملون (سورۃ عنکبوت)

ترجمہ: ”اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر تم کو مجبور کریں کہ میرے ساتھ کسی کو
شریک ٹھہراؤ جس کا تم کو علم نہ ہو تو تم اس کا کھانا مانو۔ (ایک وقت) تم سب کو میرے پاس واپس لوٹ کر آنا ہے اور تم
سب کو تمہارے اعمال سے آگاہ کروں گا۔“ وعن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ کل الذنوب
یغفر اللہ منها ما شاء اللہ الا حقوق الوالدین فانہ یجعل بہ فی الحیوۃ قبل الممات۔
(بیہقی) ترجمہ: ”حضرت ابو بکرہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (شرک کے
علاوہ) اللہ چاہے تو تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کو نہیں بخش بلکہ رب العزت
ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو (اس جرم) کی سزا زندگی ہی میں دینا شروع کر دیتا ہے۔“

والدین کے حقوق کی فوقیت: محترم حاضرین! اسلام میں جہاں رب کائنات کی وحدانیت کے عقیدہ ایمانیات
اطاعت ربانی اور اطاعت رسول ﷺ پر عمل کرنے کا بار بار زور دیا جا رہا ہے اس کے فوراً بعد والدین کے حقوق و
واجبات کو بیان کیا جا رہا ہے۔ قرآن وحدیث صحابہؓ اولیاء و صلحا کے زرین اقوال و آیات ان دونوں کیساتھ حسن سلوک
کے تلقین کرنے سے بھرے پڑے ہیں۔ وجہ یہ کہ ہمارا حقیقی خالق و مالک اور مربی تو رب العزت ہے مگر مخلوقات میں ان
دونوں کو انسانی تخلیق میں ظاہری و اسباب کے درجہ میں جو فوقیت حاصل ہے وہ مخلوقات میں اور کسی کو حاصل نہیں۔

خاندانی نظام میں والدین کی اہمیت: خاندانی نظام کی اہمیت اور عظمت و شرافت کی عمارت کا جو بہترین او
عظیم الشان ڈھانچہ اسلامی معاشرہ میں قائم ہے وہ انہی دونوں کے طفیل قائم و دائم اور علت مادی کی حد تک انہی کی
مرہون منت ہے۔ بحمد اللہ آپ سب تعلیم یافتہ اور آگاہ ہیں کہ دنیا میں جہاں جہاں اس مقدس رشتہ کو پامال کر کے اس کی
عزت و حرمت کو تار تار کیا گیا وہ معاشرہ صرف زہائی و کھالی ہوا ہے آپ کو مہذب و سوسائٹی کہلا سکتی ہے مگر درحقیقت ان کا

رہن سہن چو پایوں اور علم و شعور سے عاری قوموں سے بھی بدتر ہے۔

مغرب میں والدین کے حقوق غارت کر دیئے گئے ہیں: عالم کفر کا موجودہ بھیاںک معاشرہ حقوق کی

ادائیگی کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر مسلم دنیا اور اسلام کو حقوق و فرائض کی عدم ادائیگی کے ذمہ دار قرار دے کر اپنی تہذیب یافتہ ہونے کے بلند بالا فرضی اور جھوٹ پر مبنی دعوے تو زور و شور سے کر رہے ہیں جبکہ حقیقی صورتحال ان کی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی پیدائش کے جو غلطی اسباب و علل یعنی والدین (ان کا بھی اگر تعین ہو سکے) کو ضعیفی، بڑھاپے، بیماری اور فقر و فاقہ میں تنہا چھوڑ کر ان سے فرار کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس مقدس ترین رشتہ کے ساتھ انکے ناروا سلوک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان نام نہاد حقوق کے علمبرداروں کے منشور اور معاشرہ میں والدین کے حقوق کا تصور بھی نہیں۔ اسباب کے درجہ میں وہ دوہستیاں جن کی شرکت سے یہ عدم سے وجود میں آئے ایک ہی ملک، علاقہ میں ان کا کوئی پرسان حال نہیں انہیں کے نفع سے پیدا ہو کر اس عالم بگوین میں آنے والے بچے آرام و آسائش اور عیاشی میں منہمک ہو کر اپنے ماں باپ کو اکیلے کسی فلیٹ میں چھوڑ کر اپنے لئے دوسرا ٹھکانہ تلاش کر لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے مادر پدر آزادی میں والدین کے وجود کو تحمل سمجھ کر ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کو اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں۔

ایک رہائش گاہ سے گلی سڑی دو لاشیں: ابھی چند دن پہلے آپ حضرات نے بھی اخبارات میں ایک خبر پڑھی ہوگی کہ یورپ کے اپنے آپ کو تمام دنیا میں سب سے بڑے مہذب ترین ملک کہلانے والے ملک کے سب سے بڑے شہر کے ایک علاقے میں رہنے والوں کو ایک رہائش گاہ سے مسلسل بدبو محسوس ہونے لگی۔ پولیس کی اطلاع پر جب مذکورہ اقامت گاہ کے دروازے توڑے گئے تو ایک کمرہ میں معمر جوڑے کی لاشیں گل سرکہ بدترین مسخ شدہ شکل میں موجود پائی گئیں۔ یہ اعزازہ کرنا بھی مشکل تھا کہ بھوک و افلاس اور بیماری وضعف کی وجہ سے ان کی موت کب وقوع پذیر ہوئی۔ یہ انسان اور انسانیت کے احترام کے نام و نہاد پر چار کرنے والوں کے تصور کا صرف ایک رخ و ایک مثال بطور نمونہ عرض کر دیا۔ ورنہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات ایسے بد حال ماں باپ کے موجود ہیں کہ بے بسی اور لاچاری میں جتلا یہ لوگ گم نامی اور بد حالی میں اس دنیا کو خیر آباد کہہ کر اپنے آخری ٹھکانہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں ایک مرد اور عورت کے نفع سے پیدا ہونے والے صرف نام ہی کے بچے اپنے ان دونوں مجازی پیدا کرنے والوں کی زندگی اور عمر بڑھنے سے اس قدر پریشان ہوتے ہیں کہ ان کی اہم خواہش یہ ہوتی ہے کہ کب اس دنیا سے فارغ ہوں گے کہ ان کے نام الاٹ شدہ مکان مال و دولت ان کو مل کر ان کی عیش و عشرت کی زندگی میں مزید اضافہ ہو کیونکہ انکے ہاں تو عالم برزخ کے فلاح و نجات اور آخرت کے اجر و ثواب کا تصور نہیں بس جو کچھ مل سکے اور کرتا ہے اسی دنیا میں کرنے کے آرزو مند ہوتے ہیں۔

مغرب میں لاوارثوں کے ٹھکانے: آج جس تہذیب، تمدن اور ترقی یافتہ ممالک کے صرف زبانی کلامی حسن اخلاق کے گن گائے جا رہے ہیں ان کے ہاں والدین کے ساتھ یہ سلوک بھی کیا جاتا ہے کہ ان ممالک میں

بوڑھوں اور کمائی کے ناقابل ہونے والوں کے لئے اولڈ ایج ہاسٹل یا اس قسم اور ناموں کے مکانات مختص کئے گئے ہیں جن کو ہماری اصطلاح میں مسافر خانہ یا لادارٹوں کا ٹھکانہ کہنا ہی مناسب ہے۔ اولاد اپنے ان معمر ماں باپ کو اپنے غیر اخلاقی اور جنگلی تہذیب کی راہوں میں رکاوٹ سمجھ کر خود ہی دیکھ بھال اور خدمت کے لئے محتاج گھروں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ جہاں یہ بچارے ماں باپ زندگی کے آخری لمحے سسک سسک کر گزارنے پر مجبور ہو کر اپنے اولاد کی شیطانی تک دیکھنے کیلئے ترستے ہیں۔ گنتی کے چند والدین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکے رہن بہن روزمرہ کے اخراجات کا خرچہ کبھی کبھار خود آ کر یا بذریعہ ڈاک و بینک ان اداروں کو انکے لاڈلے بچے ادا کر دیتے ہیں۔ ورنہ زیادہ تر یہی عمر رسیدہ افراد ان محتاج گھروں میں خیراتی یا اخلاقی اداروں کے چندوں سے عمروں کے بقیہ معیار کو پورا کرنا اپنا مقدر سمجھتے ہیں۔

ویک اینڈ یا قومی تہوار پر والدین کی ملاقات: ویک اینڈ یعنی ہفتہ اتوار یا چھٹیوں اور تہوار کے موقع خوش قسمتی سے اگر چند بچوں کو موقع مل سکا تو پھولوں کا گلدستہ ہاتھ میں لے کر اپنے ان محسنوں کے احسانات کا بدلہ چکانے کے لئے ان جیل نما مکانات میں ملاقات کیلئے اپنی آمد کو اپنا بہت بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ایسے لوگ آنے میں ٹمک کے برابر بھی نہیں۔ اکثر سپر کنڈنگان اولاد کو اپنے ان مجازی خالقوں کی دنیا سے رخصت ہونے کے کئی سال گزرنے کے بعد بھی اطلاع نہیں ہوتی جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں یورپ و مغربی تہذیب کے زیر اثر معاشرہ میں ان رشتوں کی کوئی عظمت و تقدس ہی نہیں نہ عبادات کا تصور کہ مرنے والے پر جنازہ یا آخری رسومات کی ادائیگی بھی کرنی ہے۔

اولڈ ہوم یا معقوبت خانوں کی زندگی: ان معقوبت خانوں میں رہنے والوں کے چہروں پر غم و افسردگی کے آثار دیکھ کر محض سلیم اور شفقت پداری کا احساس و ادراک کرنے والوں کو ان کی حالت زار پر بے پناہ افسوس ہوتا ہے۔

ستر سالہ بچے ایک نرس کی تربیت میں: دو سال قبل بعض دوستوں کے اصرار پر ان کیساتھ یورپی یونین کے ممالک کے چند ممالک جانے کا اتفاق ہوا۔ فرانس بھی گئے۔ اقامت پیرس میں رہی۔ ہمارے میزبان محترم دوست دھربان جناب حاجی جابر حسن کے ایک دوست جن کا تعلق کشمیر کے علاقے سے تھا، کے دعوت پر ایک روز پیرس شہر سے ستر اسی میل دور رواں نامی شہر جانا ہوا۔ قہرانے کے بعد وہاں کے میزبان نے شہر کے قریب ایک چوٹی نما پہاڑی پر چڑھ کر اوپر سے شہر اور گرد و نواح کے مناظر دیکھنے کی پیشکش کی گاڑیوں میں بیٹھ کر سرسبز و شاداب بلند و بالا پہاڑ پر پہنچ کر شہر کا نظارہ کر رہے تھے کہ اس دوران ایک غیر ملکی بس جو سوار یوں سے بھری تھی۔ اوپر آ کر ہمارے قریب رک گئی۔ بس کا دروازہ کھلتے پر اس سے ستر سال سے اوپر کے معمر افراد ہاتھوں میں لاشی لے کر اس کے سہارے اترنے لگے۔ دروازے پر سب سے پہلے ایک نرس نما عورت برآمد ہو کر ہر ایک کو باری باری اترنے کا کہتی رہی۔ سکول میں جس طرح استاذ بچوں کو ایک لائن میں ترتیب سے چلنے کی ہدایت دے کر کہیں جانے کا کہتے ہیں۔ اسی اعزاز سے ان بڑھاپے میں جیلا مردوزن ایک ہاتھ میں لاشی اور دوسرے میں ایک ایک برگ پکڑو کر شہر کی سیر کرنے کیلئے فرانس کے کسی قریبی ملک سے لایا گیا تھا، شہر کے مناظر دیکھنے کی بجائے ہم ہی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسا انکو

کسی بند اور ٹھٹھن والی جگہ سے نکال کر اتوار کا دن آزاد فضا میں گزرنے کیلئے کچھ لحاظ مہیا کرنے کیلئے یہاں لایا گیا تھا یورپ کے خاندانی نظام کی بنیاد: محترم جابر حسن کا ان کے منتظم سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بے چارے ترقی کے دلدادہ اور جدید تہذیب و تمدن کے علمبردار اولاد کے والدین ہیں جن کے بچوں نے ان کو اپنے پاس رکھنے سے معذرت کر کے ان کو فرانس کے قریبی ملک کے مختلف اولڈ ایج سنٹروں میں اپنے ہاتھوں سے حوالہ کر دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے حوالہ سے والدین کے اس عمر کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اپنے جگر گوشے لمحہ لمحہ ان کو آرام و سکون پہنچانے کیلئے دن رات ایک کر دیں۔ مگر یہاں ان کی حالت یہ تھی کہ ان عمر رسیدہ افراد کے چہروں پر افسردگی، غم اپنے اولاد سے ناراضگی اور مایوسی کے آثار واضح طور پر نمایاں تھے اور اس وقتی سیر و تفریح و حسین مناظر دیکھنے سے بھی ان کے اندرونی اضطراب و کرب میں کچھ کمی نہیں آ رہی تھی ان میں سے ہر ایک عجیب و غریب جھنجھلاہٹ میں مبتلا تھا چلتا پھرتا بھی ایسا کہ جیسے کسی کو بزور لا کر چلنے پھرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ ہم سارے ساتھی یورپ کے خاندانی نظام کی بنیاد: مگر یلوزنگی اور معاشرتی بربادی خصوصاً بوڑھے والدین کے انتہائی بے چارگی اور کمپرسی کی حالت پر افسوس کا اظہار کرتے رہے اور اس کے ساتھ اسلام کے دین فطرت اور انسانیت کا مذہب ہونے کی وجہ سے مخلوق میں والدین کی خدمت اور اطاعت کو جو فقیہ اور بڑھاپے میں خدمت پر جو اجر و صلہ دیا جائے گا اس کے ذکر میں مصروف ہو گئے۔

اولڈ ہوم کا اسیر: صوبہ سرحد ہی کے ایک گاؤں کے ایک صاحب جو ہمارے شناسا تھے۔ یورپ کی ظاہری حسن و جمال و مال کی فراوانی سے متاثر ہو کر موجودہ دور کے ترقی یافتہ ملک میں شہریت حاصل کر لی، کبھی کبھار اپنے ملک پاکستان آنے پر ملاقات کیلئے اکوڑہ ٹنک آ جاتے، ملنے پر سکونت پذیر ملک کے تہذیب و تمدن، لوگوں کا آپس میں میل جول، حسن اخلاق و مروت کے قصائد بیان کرتے تھکتے نہ تھے، جانے سے کچھ عرصہ پہلے ایک شادی یہاں رشتہ داروں کے ہاں سے کی تھی۔ مادر پدر آزادی کے دلفریب فضاء میں رہ کر کئی شادیاں رچانا شروع کر دیا۔ دو چار سال ایک بیوی کے ساتھ گزارے، دو بچے پیدا ہونے کے بعد طلاق دے کر نئی بیوی گھر لے آتا۔ یہ سلسلہ جوانی میں جاری رکھا۔ پیدا ہونے والے بچے بلوغ سے پہلے ہی آزادی کی دلدل میں پھنس کر ماں باپ کو الوداع کہہ جاتے۔ ایک طویل عرصہ اس کا رابطہ ہمارے ساتھ کٹا رہا، قریباً چار سال قبل عشاء کے بعد اس کا فون آیا۔ مدت کافی گزری تھی اس لئے شناسائی ناممکن تھی تعارف کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہمارے صوبہ سرحد کے صاحب ہیں، جو جوانی کا بہترین عرصہ آزاد فضاؤں میں گزرنے کے بعد اب بڑھاپے کی دہلیز پر داخل ہو چکا ہے۔ فون ہی پر اپنے ساتھ ہونے والے سلوک اور کمائی سے معذوری والے زمانے کے کھٹن مراحل کی لمبی چوڑی داستان شروع کر دی کہ کئی بچوں کے باوجود میں ”اولڈ ہاؤس“ کا اسیر ہوں۔ بچوں نے خود میری پرورش سے معذوری کا اظہار کر کے اولڈ ہاؤسز کے منتظمین کے حوالہ کر دیا۔ اس دوران غسل خانے میں پھسل جانے کی وجہ سے ایک باؤں کی بڑی بھی ٹوٹ چکی ہے۔ کسی سہارے کے بغیر چلنے پھرنے سے معذوری ہوں ایک میر مسلم نرس خدمت پر مامور ہے وہی نرس دیل چیئر پر غسل خانہ لیکر مجھے نکال

کر کے تھلانے دھلانے کے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ پٹھان معاشرے سے رشتہ ہونے کے باعث بقول اس کے یہ مرحلہ اس کیلئے انتہائی بے عزتی اور اذیت کا ہوتا ہے بڑھاپے کا یہ عرصہ اس بات کا تقاضا کر رہا تھا کہ اپنے بچے ہی یہ تمام خدمات ادا کر کے خدمت شکاری کا ثبوت دیتے۔

مرد ڈے کی رسم : مگر وہاں تو بیوی بچوں پر رنگ ہی غیر اسلامی غالب آ کر اپنے مذہبی روایات اور ماں باپ کے حقوق کو فرسودہ و ناقابل عمل تصور کر کے اس عظیم کار خیر یعنی والدین کی خدمت کو تضياع اوقات سے تعبیر کرتے تھے۔ ہر سال کے ایک خاص مہینے کے مقرر کردہ دن غالباً مئی کے دوسرے اتوار کو ”مرد ڈے“ کے موقع اور کرسمس کے تہوار پر بیٹے یا بیٹی کو ماں یا باپ کی شکل دیکھنی نصیب ہوتی ہے۔

نماز جنازہ اور اولاد کے ہاتھوں تدفین : اسی سال کے ایک دن بھی اولاد کی زیارت سے محروم ہوں یا اس اور ناامیدی کے بھرپور لہجے میں کہنے لگا، مولانا میرے لئے دعا کریں کہ مجھے موت آ کر شدید کرب اور ذہنی صدموں کی حالت سے نجات مل سکے۔ فون پر گفتگو کے سال ڈیڑھ سال بعد مذکورہ صاحب کے پاکستان میں آبائی گاؤں سے گزرنا پڑا۔ یاد آ کر ایک دوست سے اس کے بارہ میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ کافی دن ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ جنازہ تو دور کی بات ہے معلوم نہیں اس کے جگر کے ٹکڑے بچے اور بچیاں اس کے کفن و دفن کی رسوم میں بھی شریک تھے یا غیروں کے ہاتھوں اس کی تدفین کا مرحلہ طے ہوا۔

اسلام کے خاندانی نظام کی برکتیں : یہ دو تین واقعات اس بظاہر خوشنما معاشرے کے خاندانی نظام اور گھریلو زندگی کے ہیں۔ جو حقوق کی ادائیگی کی جھمپٹن بن کر مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرانے اور اسلام کو ناقابل عمل دین قرار دینے پر مصر ہیں سنا دیں تاکہ آپ خود اسلام میں والدین کو جو عظمت، اہمیت اور عزت و احترام حاصل ہے دنیا کے دیگر مذاہب، انسانی معاشروں اور تہذیبوں میں اس کی مثال نہیں ملتی کے درمیان موازنہ کر سکیں۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ توحید کے عقیدہ، ایمانیات، اللہ و رسول کی اطاعت کے ذکر کے ساتھ ہی جس موضوع کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا وہ والدین کے حقوق ہیں۔ کیونکہ خاندانی نظام کی اہم عمارت ماں باپ پر قائم ہے اگر وہ عمارت اسلامی تعلیمات و ہدایات کے مطابق ہے تو خاندان و تمام کنبہ بھی صحیح سمت رواں دواں ہو کر دنیا میں بھی آسودگی، محبت و کامیابی بصورت دیگر باپ بیٹے سے نالائ اولاد والدین سے بے نیاز دنیا بھی خراب آخرت میں بھی رب کائنات کے ناراضگی کا سامنا کرنا پڑیگا۔

والدین کے حقوق کی تعلیمات : والدین کے اولاد پر حقوق کے لازمی ہونے کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ قرآن میں جہاں اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا وہاں اس کیساتھ ماں باپ کا شکر یہ ادا کرنا بھی اولاد پر لازم قرار دیا گیا، رب العالمین کا فرمان ہے: **ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه وهننا علی**

وهن وفصاله فی عامین ان اشکرلی ولو الدیک الی المصیر (سورۃ لقمان آیت ۱۴)
ترجمہ: ”ہم نے تاکید کر دی کہ انسان کو اپنا والدین کا شکر ادا کرنا اور والدین کی خدمت میں شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔“

دودھ چھڑانا اس کا دوسال میں کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھ تک آتا ہے۔“

یعنی جس طرح رب کائنات کے شمع حقیقی ہونے اور بے پناہ احسانات کی وجہ سے انسان پر اس کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح والدین اور بالخصوص والدہ بچہ کی پرورش اور زمانہ حمل و دودھ دینے کے دوران جو لامتناہی تکالیف اور مصائب برداشت کرتے ہیں۔ اپنا آرام و سکون بچے کی راحت پر قربان کر دیتے ہیں اس لئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اور پھر ماں باپ کی خدمت اور اطاعت میں بقدر استطاعت مشغول رہیں، ان کے وہ احکامات و فرمودات جو غیر شرعی نہ ہوں ان کی بجا آوری کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کے کسی ایسے مشورہ اور حکم پر عمل کرنا جائز نہیں جو خلاف شرع اور شرک و کفر پر مبنی ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، اور حرام اعمال کا ارتکاب کرنا ایسے قبیح امور ہیں جن کو اپنانے کا ماں باپ بھی حکم دیں تو دین متین میں ان کے ماننے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جب والدین کے کہنے پر موجب گناہ کام کرنے کی ممانعت ہے تو ان کے علاوہ اور کسی شخص یا فرد کے حکم اور ایماء پر گناہ کرنے کے جواز کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

والدین سے معاملات میں ملاطفت: قرآن مجید میں بار بار والدین کے حقوق اور اطاعت پر زور جس تاکید سے دیا جا رہا ہے یہ مقدمتہ حاصل ہوگا جب دل سے خدمت کر کے ان کو آرام پہنچایا جائے۔ وہ خدمت و قیام حکم جو جبر و اکراہ یا کسی مجبوری کے تحت ہو وہ نہ عند اللہ اجر ملنے کا ذریعہ ہے اور نہ اللہ کو راضی کرنے کا وسیلہ ہے۔ ارشاد بانی ہے: **وَقَضَىٰ رَبِّكَ اَلَاتَعْبُدُوْا اِلَآٰهَآءَ وَّالْوَالِدٰیْنَ اِحْسَانًا اَمَّا یَبْلُغْنَ عِنْدَکَ الْکِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ کِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لِّهُمَا اَفْ۔ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لِّهُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا۔ وَاخْفَضْ لِّهُمَا جَنَاحَ الذَّلٰلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ اَرْحَمُهُمَا کَمَا رِبْنٰی صَغِیْرًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۳)** ترجمہ: ”اور تیرے رب نے فیصلہ (حکم) کر دیا ہے کہ علاوہ اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، اگر وہ تیرے پاس بڑھاپے کے عمر تک پہنچ جائیں ان میں سے ایک یا دونوں تو کبھی ”اف“ بھی مت کرنا اور نہ ان کو چھڑکنا، اور ان سے خوب ادب کے ساتھ گفتگو کرنا اور ان کے سامنے شفقت و تواضع کے ساتھ جھکے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے رب ان پر (ایسا) رحم فرما جیسے کہ انہوں نے مجھے میرے بچپن میں پالا ہے۔“

اف نہ کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے سامنے صرف اسی لفظ کا استعمال منع ہے بلکہ ہر وہ لفظ، عمل اور کلام جو ان کے لئے ناقابل برداشت اور ناگوار ہو جیسے ان کو چھڑکنا، نعوذ باللہ گالی دینا، بلند آواز سے بات کرنا، لا پرواہی سے ان کی کسی بات کا جواب دینا، خود اپنی ہلاکت و بربادی کو دعوت دینا ہے۔ مالک الملک نے آیت کریمہ میں بڑھاپے کا ذکر کر کے عجیب انداز اختیار فرمایا کہ بڑھاپے کے اثر سے بعض موقعوں پر ایسی باتوں پر اصرار کیا جاتا ہے جو اولاد کے نزدیک غلط اور موقع محل کے مناسب نہیں ہوتے، لیکن پھر بھی اولاد کا فریضہ یہ ہے کہ وہ عزت و احترام کا لحاظ کرتے ہوئے حسن سلوک کا مظاہرہ کریں۔